Al-Mahdi Research Journal
Vol. 1, No. 3 (July-Sep 2020)

تکثیری معاشرے میں غیر مسلم کی حدود اور دائرہ کار

TheLimits of Non_Muslims in the Pluralistic Society

Sonia Batool [1]

Musarat Shoukat[2]

Abstract:

This topic is very unique and important. All the issues in the contemporary world are due to the impatient, tyrant, cruelty and intolerance. If all the stakeholders of any society of the world do their duties well and do not violate the prescribed limits of the moral values of the humanity, there would be not even a single issue in any society. In this Article, all the possible limits have been mentioned and analyzed briefly which are at the basis of justice for the non-Muslims in the Muslim Majority community.

Key Words: society, limits, Muslm, Non-Muslims, Shariah, rights

تمہید

اسلام نے حدود و قصاص کا ایک تفصیلی نظام عطا کیا ہے۔ حدود کا شمار خالص حقوق اللہ میں ہوتا ہے۔ قصاص ایک پہلو سے اللہ کا حق ہے تو اس میں بندے کا حق بھی شامل ہے۔ قصاص لینا مقتول کے ورثاء کے لیے لازمی نہیں ہے۔ قاتل سے ان کی صلح ہو سکتی ہے وہ اس سے دیت لے سکتے ہیں اور وہ اسے معاف کرنے کا حق بھی رکھتے ہیں۔

قوانین شریعت دراصل انسان کے دین، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کے لیے ہیں۔[3] قصاص اور حدود سے براہ راس یا بالواسطہ ان بنیادی مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس اصول کا تقاضا ہے کہ قصاص کے معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم کے در میان فرق نہیں ہونا چاہیے۔

[1] Visiting Faculty, Department of Islamic Studies, The Women University Multan,Pakistan.
Corresponding Author: soniamughees@gmail.com

[2] PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Islamia University Bahawalpur, Pakistan.

[3] شاطبی، الموافقات فی اصول الشریعۃ، تحقیق عبد اللہ دراز ۲/ ۸-۷ ومابعد، دار لکتب العلمیۃ لبنان۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو امان دینے کے بعد اسے قتل کر دے تو وہ بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرے گا اور آپ سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو گا۔ ترمذی اور نسائی میں حضرت عمرو بن الحمق کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

من امَّن رجلا علی دمہ فقتلہ فانا بری من القاتل وان کان المقتول کافرا۔[٤]

جس نے کسی کو اس کا خون بہانے سے امان دی (یعنی جان کی امان دی) اور پھر قتل کر دیا تو میں قاتل سے بے تعلق ہوں چاہے مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔

جس طرح فرد کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کو، چاہے وہ غیر مسلم اور کافر ہی کیوں نہ ہو، جان کی امان اور پناہ دے کر اس کی جان لے لے اسی طرح ریاست کے لیے بھی اس کا ہرگز کوئی جواز نہیں ہے بلکہ فرد کے لیے یہ جتنا بڑا جرم ہے راست کے لیے اس کی سنگینی اور زیادہ ہو گی۔ اسلامی ریاست اپنے تمام شہریوں کی جان اور مال کی حفاظت کی ذمہ داری لیتی ہے۔ وہ اس کی ہر حال میں پابند ہے۔ اس میں مسلمان اور ذمی دونوں شامل ہیں، اس لیے اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو قصاص میں اسے قتل کیا جائے گا اور اس کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔[٥]

قصاص اور حدود اسلامی شریعت کا لازمی جزء ہیں۔ ان میں ترمیم و تنسیخ کا کسی کو حق نہیں ہے۔ اسلامی ریاست انھیں نافذ کرنے کی پابند ہے۔ حدود کی اہمیت کا پہلو یہ ہے کہ ان کی حیثیت، جیسا کہ عرض کیا گیا، حقوق اللہ کی ہے۔ یہ کسی حال میں معاف نہیں ہوتے اور انھیں ساقط نہیں کیا جاسکتا۔

حدود پانچ ہیں:

١۔ حد سرقہ (چوری کی سزا)　٢۔ حد زنا　٣۔ حد خمر (شراب پینے کی سزا)

۴۔ حد سُکر (نشہ آور چیزوں کے استعمال پر سزا)

۵۔ حد قذف (زنا کی تہمت لگانے کی سزا) ان میں سے ہر ایک کے احکام الگ ہیں۔[٦]

---

[٤] یہ حدیث مختلف سندوں سے آئی ہے۔ ایک سند کے سب ہی راوی ثقہ ہیں۔ مناوی، التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۲/۳۸۴

[٥] رضی الاسالم ندوی، 'غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق" مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

[٦] کاشانی، بدائع الصنائع۔ (دارالفکر بیروت، 1996ء) ۷/۴۹

یہ حدود معاشرہ کو فساد اور بگاڑ سے بچانے اور جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے ہیں۔ حد سرقہ اور لوٹ مار سے متعلق حد کا مقصد، جان اور مال کی حفاظت ہے۔ حد زنا عزت و ناموس اور خون اور نسل کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ حد قذف بھی عزت وابرو کو تحفظ فراہم کرتی ہے اور معاشرہ میں آدمی کے وقار کو بحال رکھتی ہے شراب اور نشہ آور چیزوں کے اسمعال پر حد اس لیے رکھی گئی ہے کہ اس کے استعمال سے انسان ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ اس کے بعد اس سے کسی بھی فرد کی جان، مال اور عزت و آبرو پر دست درازی کا امکان رہتا ہے۔ اسی سے باز رکھنے کے لیے حد خمر رکھی گئی ہے۔[7]

حدود کے سلسلے میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ ان کا نفاذ مسلمانوں اور ذمیوں دونوں پر ہو گا، یا ان کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہے؟ اس سوال پر فقہاء کی رائیں مختلف ہیں۔ یہاں کسی قدر تفصیل سے انھیں پیش کیا جارہا ہے۔

فقہ حنفی کی رو سے مسلمانوں کی طرح ذمیوں پر بھی حدود تعزیرات نافذ ہوں گے۔ علامہ ابو بکر جصاص کہتے ہیں:

مذہب أصحابنا فی عقود المعاملات والتجارات و الحدود أهل الذمۃ و المسلمون فیها سواء۔[8]

ہمارے اصحاب (احناف) کا مسلک یہ ہے کہ معاملات، تجارت اور حدود کے معاملہ میں ذمی اور مسلمان برابر ہیں۔ (دونوں پر ایک ہی حکم نافذ ہو گا)

امام ابو حنفیہ کے نزدیک ذمی اگر مسلمان عورت سے زنا کرے یا مسلمان کا مال چوری کرے تو اس پر حد جاری کی جا ئے گی، لیکن اہل حجاز کی رائے یہ ہے کہ ذمیوں پر حدود کا نفاذ نہ ہو گا۔ ان کو جب شرک پر قائم رہنے کی اجازت دی گئی ہے جو سب سے بڑا جرم ہے تو دوسرے جرائم اس سے بہر حال کم اہمیت کے حامل ہیں۔[9]

جن حضرات کی رائے یہ ہے کہ ذمیوں پر اسلامی حدود کا نفاذ نہ ہو گا، ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان جرائم کے ارتکاب کی انھیں چھوٹ ہو گی، بلکہ وہ اپنے قوانین کے تحت خود اس کی سزا دیں گے، گویا ان جرائم کی سزاوں کو بھی ان کے پرسنل لا میں شمار کیا جائے گا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ اگر ذمی اپنے قوانین کے تحت اس طرح کے کسی جرم کی سزا نہ دیں اور معاملہ اسلامی عدالت کے حوالے ہو تو وہ ان پر حدِ شرعی نافذ کرے گی۔ ان کے الفاظ ہیں:

اذا رفع الی الحاكم من اهل الذمت من فعل محرما یو جب عقوبۃ، مما

اگر حاکم کے پاس اہل ذمہ میں سے کوئی ایسا شخص لا یا جائے

---

[7] کاشانی، ۷/ ۸۳

[8] جصاص، احکام القرآن: ۲/ ۵۴۵

[9] زخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل: ۶۲۳/ ۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان ۱۹۹۵ء۔ ابو حیان: البحر المحیط: ۵۰۱/ ۳، دار الکتب العلمیہ، لبنان ۱۹۹۳ء

هو محرم علیهم فی دینهم کا لز نی والسرقۃ والقذف والقتل فعلیہ اقامۃ حدہ علیہ۔[10]	جس نے کسی ایسے فعلِ حرام کا ارتکاب کیا ہو جس پر سزا لازم آئے اور جو ان کے مذہب میں بھی حرام ہو، جیسے زنا، چوری، قذف اور تہمت اور قتل تو حاکم پر لازم ہے کہ اس پر اس کی جو حد ہے وہ نافذ کرے۔

ان تفصیلات سے واضح ہے کہ احناف کے نزدیک ذمیوں پر بھی حدود نافذ ہوں گے، لیکن علماء حجاز کے یہاں وہ ان قوانین کو اپنے لیے اختیار کر لیں اور اسلامی ریاست کی طرف رجوع کریں تو ان پر ان کا نفاذ ہو گا۔ اس کی تفصیلات میں فقہاء کے درمیان کہیں اتفاق ہے کہیں اختلاف۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ اسے پیش کیا جارہا ہے۔

ا۔ حد خمر یا شراب

شراب کی حرمت قرآن وحدیث کے قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِوَالْمَيْسِرِ [11]	اے ایمان والوں! بے شک شراب، جوا، بت اور پانسے گندی چیزیں اور شیطان کا عمل ہیں۔ شیطان تو چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کا ذکر اور نماز سے روک دے۔ تو کیا تم اس سے باز آجاؤ گے؟

رسول اکرم ﷺ نے ان آیات کے نزول کے بعد شراب کے استعمال اور خرید و فروخت سے صاف الفاظ میں منع فرمادیا۔ آپ کا ارشاد ہے:

ان اللہ تعالیٰ حرم الخمر فمن ادرکتہ هذہ الا یۃ وعند ہ منها شئی فلا یشرب و لا یبیع		اللہ تعالیٰ نے (اس آیت کے ذریعہ) شراب کو حرام قرار دے دیا ہے۔ لہٰذا جس شخص تک یہ آیت پہنچے اور اس کے پاس تھوڑی بہت بھی شراب ہو تو اسے نہ پیے اور نہ فروخت کرے۔

[10] ابن قدامہ حنبلی، المغنی: - قاہرہ، ۱۹۹۲ء، ۲۱/ ۳۸۲

[11] المائدہ ۶/ ۹۱

چنانچہ اس کے بعد جن لوگوں کے پاس شراب تھی انھوں نے وہ مدینہ کی گلیوں میں بہادی۔[۱۲]

شراب کی حرمت اور ممانعت سے متعلق بہ کثرت روایات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں۔

ثبت عن النبی ﷺ تحریم الخمر با خبار تبلغ بمجمو عھارتبۃ التواتر۔[۱۳]

شراب کی حرمت، رسول اللہ ﷺ سے اتنی کثیر روا یات سے ثابت ہے کہ مجموعی طور پر وہ درجہ تواتر تک پہنچتی ہیں۔

ایک مسلمان کے لیے شراب کا استعمال از روئے شرع حرام ہے۔ اگر وہ شراب پیتا ہے تو اس پر حد جاری ہو گی۔ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اس پر چالیس کوڑے لگائے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں بھی اس پر عمل ہوا۔ بظاہر یہ تعداد قطعی نہیں تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا تو انھوں نے مشورہ دیا کہ اس پر حدِ قذف جاری جائے۔ اس لیے کہ کوڑوں کی اس کم سزا شریعت نے کسی حد میں نہیں رکھی ہے۔ اس طرح اس پر صحابہ کرامؓ کا عملاً اتفاق ہو گیا۔

فقہاء کرام میں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کی یہی رائے ہے۔ امام شافعیؒ چالیس کوڑوں کے قائل ہیں۔

مسلمان کے لیے شراب ممنوع ہے۔ ایک غیر مسلم یا ذمی اسے ناجائز یا حرام نہیں تصور کرتا، اس لیے وہ شراب پیتا ہے تو اس پر حد جاری نہ ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست میں ذمیوں کو اپنے عقیدے کے مطابق عمل کی آزادی حاصل ہو گی اور وہ ان کے مذہبی امور میں مداخلت نہیں کرے گی۔ وہ شراب کی قباحت اور نقصانات واضح کرے گی اور اس کے خلاف فضا ہموار کرے گی، لیکن از روئے دستور ذمیوں کو اس کا استعمال ترک کرنے پر مجبور نہیں کرے گی۔

علامہ کاشانی نے اس کی قانونی حیثیت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

و شرب الخمر مباح لا ھل الذمۃعند اکثر مشا ئخنا فلا یکو ن جنا یۃ، وعند بعضھم و ان کا ن حرا ما لکنا نھینا عن التعر یض لھم وما یدینون،

ذمیوں کے لیے شراب پینا ہمارے بیش تر مشائخ کے نزدیک جائز ہے، لہٰذا یہ ان کے حق میں جرم نہیں ہے۔ بعض مشائخ ہمیں ان کے دینی معاملات میں تعرض سے

[۱۲] مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم بیع الخمر

[۱۳] ابن قدامہ، المغنی: ۱۲/ ۴۹۳

وفی اقامۃ الحد تعرض لهم من حيث المعنىٰ لا نها تمنعهم من الشرب[١٤]

منع کر دیا گیا ہے، اس وجہ ان پر حد نافذ نہیں ہو گی، ورنہ یہ ان کے دین سے تعرض کے ہم معنی ہو گا، اس لیے کہ حد کا نفاذ انھیں شراب پینے ہی سے روک دے گا۔

فقہ حنفی میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذمی اگر اپنے عقیدے اور مذاہب کے نقطہ نظر سے شراب کو حرام تصور کرتا ہے تو اس کے پینے پر مسلمان ہی کی طرح اس پر بھی حد نافذ ہو گی۔[١٥] ذمی اس امر کے پابند ہوں گے کہ وہ کھلے عام شراب کا استعمال نہ کریں اور دوسروں کو اس کی ترغیب نہ دیں۔

۲۔ حد سکر یعنی نشہ کرنے کی سزا

"خمر" کا اطلاق احناف کے نزدیک اصلاً انگور سے تیار کردہ شراب پر ہوتا ہے۔ اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے۔ اس کے کم یا زیادہ استعمال پر حد شرعی نافذ ہو گی۔ گیہوں اور جو وغیرہ سے بھی شراب کشید کی جاتی ہے۔ اگر اس کے استعمال سے نشہ آئے تو حرام ہے، ورنہ حرام نہیں ہے۔ ان میں سے بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ زیادہ تعداد میں ان کے استعمال سے سکر طاری ہوتا ہے۔ اس مقدار میں ان کا استعمال ممنوع ہو گا۔ کم مقدار میں ان کا استعمال قابل حد جرم نہیں ہو گا۔[١٦]

اسی طرح بھنگ، حشیش اور افیون وغیرہ کے استعمال پر حد جاری نہیں ہو گی، بلکہ اس پر تعزیر ہو گی۔ لیکن متاخرین کی رائے یہ ہے کہ اس پر بھی حد جاری ہونی چاہیے۔[١٧]

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک "خمر" کا اطلاق انگوری شراب سے ہی نہیں، بلکہ ہر نشہ آور چیز پر ہوتا ہے۔ ان حضرات کی رائے میں جس چیز کے زیادہ مقدار میں استعمال سے سکر پیدا ہوتا ہے۔ اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ ابو داؤد وغیرہ کی روایت ہے "ما اسکر کثيره فقليه حرام" (جس کی زیادہ مقدار سکر پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے) اس لیے کسی بھی نشہ آور چیز کے تھوڑے یا زیادہ استعمال پر حد جاری ہو گی۔[١٨]

---

[١٤] کاسانی، بدائع الصنائع: ۷/ ۵۷

[١٥] درالمختار مع ردالمختار: ۶/ ۵۴- نیز ملاحظہ ہو ص ۹۸

[١٦] تفصیل کیلئے دیکھی جائے۔ ہدایہ مع فتح القدیر: ۵/ ۲۹۳ تا ۲۹۴

[١٧] درالمختار مع ردالمختار: ۶/ ۷۵ تا ۷۷

[١٨] المغنی: ۱۲/ ۴۹۵ تا ۴۹۷

ذمی کے معاملہ میں علامہ کاشانی کہتے ہیں کہ حد خمر اور حد سکر کے لیے اسلام شرط ہے۔ لہٰذا ذمی پر یہ حد جاری نہیں ہو گی:

لا حد على الذمى والحر بى المستا من با لشرب ولا بالسكر۔	ذمی پر اور حربی پر جو امان حاسل کر کے اسلامی ریاست میں آ ئے، شراب پینے یا کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے حالت سکر طاری ہونے پر حد نافذ ہو گی۔

اسی بحث میں آگے ائمہ احناف میں حسن بن زیاد کی رائے نقل کرتے ہیں کہ ذمی اگر شراب پی کر نشہ کی حالت میں رہے تو اس پر حد جاری ہو گی۔ یہ شراب پینے کی وجہ سے نہیں، بلکمد ہوشی کی وجہ سے ہے۔ مدہوش رہنا سب ہی مذاہب میں حرام سمجھا جاتا ہے۔

علامہ کاشانی نے اس رائے کو پسند کیا ہے۔[19] در مختار میں اسے زیادہ صحیح رائے کہا گیا ہے۔[20]

اس کا مطلب یہ ہے کہ ذمی کو شراب کے استعمال کی اجازت تو ہو گی، لیکن اس کی اجازت نہ ہو گی کہ وہ اس سے غلط فائدہ اٹھائے اور سکر کی حالت میں پڑا رہے، جس میں بھلے برے کا ہوش ہی نہیں ہو تا۔ یہ جرم ہے اور اس پر حد جاری ہو گی۔

۳۔ حد سرقہ یعنی چوری کی سزا:

قرآن مجید میں چوری کی حد یہ بتائی گئی ہے کہ چور کا ہاتھ، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، قلم کر دیا جائے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ[21]		چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دو نوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ سزا ہے اس جرم کی جو ان دو نوں نے کمایا ہے۔ یہ تنبیہ کے طور پر ہے اللہ کی طرف سے۔ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

یہ ایک عمومی حکم ہے۔ چوری کا ارتکاب چاہے مسلمان کرے یا غیر مسلم، دونوں کو یہ سزا دی جائے گی۔ علامہ کاشانی کہتے ہیں:

---

[19] کاسانی، بدائع الصنائع: ۷/۵۷

[20] در المختار مع رد المختار: ۶/۵۵

[21] المائدہ ۵/۳۸

السلام لیس بشرط، فیقطع المسلم والکا فر لعموم الا یۃ۔[۲۲]

اسلام، حد سرقہ کے لیے شرط نہیں ہے۔ لہٰذا چوری کرنے پر مسلمان اور کافر دونوں کو قطع ید کی سزا دی جائے گی۔ اس لیے کہ آیت کے الفاظ عام ہیں۔ (مسلم یا غیر مسلم کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں)

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ ہمارے علم کی حد تک اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کوئی مسلمان، کسی مسلمان یا ذمی کا مال چوری کرے تو اسے 'قطع ید' کی سزا دی جائے گی۔ اسی طرح ذمی بھی اگر اس کا ارتکاب کرے اور مسلمان یا ذمی کا مال چوری کرے تو اس پر بھی یہی حد جاری ہو گی۔[۲۳]

۴۔ حدِ قذف

کسی کی عزت و آبرو پر حملہ بہت بڑا جرم ہے۔ اس سے وہ معاشرے میں بدنام اور رسوا ہوتا اور اس کی عزت مجروح ہوتی ہے۔ اسلامی شریعت میں کسی کا کسی پر زنا کی تہمت لگانا بہت ہی سنگین جرم ہے اور اسی سزا اسی ۸۰ کوڑے ہیں۔ (النور:۴) اگر کوئی شخص ذمی پر بھی زنا کا الزام لگاتا ہے تو اللہ کے یہاں اس کی شدید باز پرس ہو گی اور وہ سخت سزا کا مستحق ہو گا۔ ایک حدیث میں ہے:

من قذف ذمیا حُد لہ یوم القیا مۃ بسیا ط من النار۔[۲٤]

جس نے کسی ذمی پر تہمت لگائی، قیامت کے روز اس پر آگ کے کوڑوں کی حد جاری ہو گی۔

اس حدیث کے ذیل میں علامہ مناوی کہتے ہیں کہ اس وعید کا تعلق آخرت سے ہے۔ اس کا منشا یہ کہ ذمی پر تہمت لگانا حرام ہے اور مسلمان کو اس سے بچنا چاہیے۔

فرماتے ہیں:

اما فی الد نیا فلا یحد مسلم بقذف ذمی و القصد التحذ یر من قذفہ وانہ حرام۔[۲٥]

جہاں تک دنیا کا معاملہ ہے، مسلمان پر حد قذف جاری نہ ہو گی اگر وہ ذمی پر تہمت لگائے، حدیث میں (اصلا) ذمی پر تہمت لگانے سے بچنے کی ہدایت

---

[۲۲] بدائع الصنائع: ۷/۱۰۳

[۲۳] ابن قدامہ، المغنی: ۔ طبع قاہرہ۔۱۹۹۶۔ ۱۲/۴۵۱

[۲٤] علامہ سیوطی نے اس حدیث کو مسند احمد اور سنن ابی داؤد وغیرہ کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ علامہ مناوی نے اس پر گرفت بھی نہیں کی ہے۔ التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۶/۴۳۶، علامہ ہیثمی کہتے ہیں کہ یہ معجم کبیر طبرانی کی روایت ہے۔ اس کا ایک راوی محمد بن محصن العکاشی متروک ہے۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۶/۴۳۶، دار الفکر لبنان ۱۹۹۴ء

ہے۔اس لیے کہ یہ حرام ہے۔

فقہاء کے نزدیک قذف کی سزا کا تعلق مسلمانوں سے ہے، غیر مسلم اس دائرے میں نہیں آتا، اس لیے اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم پر زنا کی تہمت لگا دے تو حد شرعی یعنی اسی کوڑے کی سزا نافذ نہیں ہو گی۔ البتہ کوئی بھی شخص کسی مسلمان پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ اس سزا کا مستحق قرار پائے گا۔ علامہ ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ ہمارے علم کی حد تک فقہاء کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے جو شخص کسی آزاد، بالغ، عاقل، مسلمان اور پاک دامن مرد اور عورت پر تہمت لگائے اس پر حد قذف جاری ہو گی۔[٢٦]

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ اگر کوئی بالغ شخص کسی آزاد مسلمان مرد اور عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو اسے اسی کوڑے کی سزا دی جائے گی۔[٢٧]

کہتے ہیں: حد قذف کے نفاذ کی پانچ شرائط ہیں۔ جس پر تہمت لگائی جائے وہ صاحب عقل ہو، مسلمان ہو، عفیف اور پاک دامن ہو، اس کی عمر اتنی ہو کہ اس سے اس فعل کا صدور ممکن ہو۔ قدیم وجدید علماء کی یہی رائے ہے۔[٢٨]

فقہ حنفی میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ کوئی غیر مسلم دار الحرب سے اسلامی ریاست میں داخل ہو اور وہ کسی مسلمان پر تہمت لگائے تو حد قذف اس پر نافذ ہو گی۔ اس لیے کہ (عزت و آبرو) بندے کا حق ہے اور ذمی نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے کہ وہ یہ حقوق ادا کرے گا۔[٢٩]

اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی غیر مسلم پر مسلمان تہمت لگاتا ہے تو اسے کوئی سزا ہی نہیں دی جائے گی۔ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اس کی تادیب اور تعزیر ہو گی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

---

[٢٥] التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ٢/٤٣٦

[٢٦] جصاص: احکام القرآن: ٢/٣٤٨

[٢٧] ابن قدامہ، المغنی: ١٢/٣٨٣

[٢٨] ابن قدامہ: ص٣٨٥

[٢٩] ہدایہ میں ہے: اِذا دخل الحربی دارنا بأمانافقذف مسلما حدلان فیہ حق العبد وقد التزم ایفاء حقوق العباد: ہدایہ مع نصب الرایۃ: ٣/٥٤٢، دار لکتب العلمیہ، لبنان، ١٩٩٦ء

اگر کوئی شخص مشرک (غیر مسلم) پر، غلام پر، دس سال سے کم عمر کے لڑکے اور نو سال سے کم عمر کی لڑکی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد تو نافذ نہ ہو گی، البتہ اس کی تادیب کی جائے گی، تاکہ دوسروں کی عزت و آبرو کی حفاظت ہو سکے۔[۳۰]

کسی جرم میں تعزیر کے لیے کیا طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں؟ اور اس کے حدود کیا ہیں؟ اس سلسلے میں علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ تعزیر زدو کوب، قید اور زجر و توبیخ کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے مجرم کے کسی حصہ جسم کو قطع کرنا، یا اسے زخمی کرنا یا اس کا مال لے لینا صحیح نہیں ہے۔ یہ کسی بھی ایسے شخص کی رائے نہیں ہے جو امت میں معتبر اور مقتدیٰ ہو۔[۳۱]

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ تعزیر میں کوڑوں کی سزا دی جائے تو وہ دس سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ ایک حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ امام احمد سے ایک دوسری روایت بھی منقول ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قذف اور شراب کے سلسلے میں غلام کو چالیس کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے۔ تعزیر اس 'حد شرعی' سے کم ہونی چاہیے اصولی طور پر امام ابو حنفیہ اور امام شافعی کی یہی رائے ہے۔[۳۲]

فقہ حنفی کی رو سے تعزیر میں کوڑوں کو بھی سزا ہو سکتی ہے، مگر یہ تین سے کم اور انتالیس سے زیادہ نہ ہو گی۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس کا تعلق جرم کی نوعیت اور حالات سے ہے اور امام اس کا فیصلہ کرے گا۔ تعزیر میں مجرم کو قید بھی کیا جاسکتا ہے۔[۳۳]

حدِ قذف کا مقصد یہ بیان ہوا ہے:

فیھا الحاق العاد با لمقذوف۔ فیجب الحد د فعا للعار عنہ۔[٣٤]	اس سے اس شخص کو عار لاحق ہوتا ہے جس پر تہمت لگائی گئی۔ لہٰذا اس عار کو اس سے رفع کرنے کے لیے حد کا جاری کرنا ضروری ہے۔

[۳۰] ابن قدامۃ، المغنی: ۱۲/ ۳۹۹
[۳۱] المغنی: ۱۲/ ۵۶۲
[۳۲] المغنی: ۱۲/ ۵۲۳-۵۲۴
[۳۳] مرغینانی: ہدایہ مع نصب الرایہ، کتاب الحدود، ۳/ ۵۴۴
[۳۴] کاشانی: بدائع الصنائع: ۷/ ۵۹

سوال یہ ہے کہ اس معاملے میں مسلم اور غیر مسلم میں فرق کی کیا وجہ ہے؟ کیا غیر مسلم کو اپنی عزت و آبرو عزیز نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اسے جب اپنے کفر پر عار نہیں ہے۔ تو زنا کے الزام سے اسے کیا عار لاحق ہو گا۔[۳۵]

یہ ایک غیر فطری بات ہے کہ زنا جیسی قبیح اور غیر اخلاقی حرکت کا الزام کسی پر عائد کیا جائے اور اسے شرمندگی نہ محسوس ہو، جب کہ ہر مذہب میں زنا کو ایک مذموم فعل سمجھا جاتا ہے اور اس الزام کو کوئی بھی شریف آدمی، چاہے اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو، گوارا نہیں کر سکتا۔

۵۔ حدِ زنا

زنا کی سزا اسلام نے نہایت سخت رکھی ہے۔ زنا کا ارتکاب مرد سے ہو یا عورت سے، اسے سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ قرآن مجید نے صراحت کی ہے:

الزانیۃ والزانی فاجلدو کل واحدٍ منھما ماءۃ جلدۃٍ ولاتاخذوکم بھمارافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاٰخر ولیشھدو عذابھما طآئفۃٌ من المؤمنین۔الزانی لاینکح الا زانیۃً اومشرکۃً والزانیۃ لاینکحھا الازان اومشرک وحرم ذٰلک علی المومنین[۳۶]

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ اور اللہ کا قانون نافذ کرنے میں تمھیں ان کے سلسلہ میں کوئی ہمدردی دامن گیر نہ ہو۔ اگر اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود رہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ سزا غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کی ہے۔ اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک شادی شدہ ہے تو اسے رجم کی سزا دی جائے گی۔ یعنی اسے سنگسار کر دیا جائے گا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یحل دم امری مسلم یشھد ان لا الہٰ الا اللہ وان محمدً رسول اللہ الا باحدیٰ ثلاث، زنیٰ بعد احصان فانہ یُرجَم ورجل خرج محارباللہ ورسولہ فانہ یقتل او یصلب او ینفیٰ من الارض او یقتل نفسا فیقتل

جو مسلمان لا الہٰ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت دیتا ہے اس کا خون حلال نہیں ہے، سوائے اس کے کہ وہ تین میں سے کسی ایک جرم کا ارتکاب کرے۔ ا شادی کے بعد

---

[۳۵] کاشانی: بدائع الصنائع: ۷/۶۰
[۳۶] النور ۲۴/۲،۳

بھا۔[۳۷]

زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے گا۔ ۲ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے خروج کرے تو اسے قتل کیا جائے گا یا سولی دی جائے گی یا وہ ملک بدر کیا جائے گا۔ ۳ کسی کو قتل کرے تو اس کے بدلہ میں اسے قتل کیا جائے گا۔

صحابہ کرامؓ اور بعد میں امت کا اس پر اجماع ہے کہ شادی شدہ مرد یا عورت زنا کا ارتکاب کرے تو اسے رجم کی سزا دی جائے گی۔ بعد کے ادوار میں صرف خوارج اور بعض معتزلہ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔[۳۸]

رجم کے سلسلے میں جو حدیث ابھی گزری ہے اس میں اور بعض دیگر اس کی ہم معنٰی احادیث میں صراحت ہے کہ جو شخص 'احصان' کے بعد زنا کا ارتکاب کرے اسے رجم کی سزا دی جائے گی۔

'احصان' کا مادہ حصن ہے۔ اس کے اندر کرنے اور روکنے کا مفہوم ہے۔ اسی پہلو سے قلعہ اور محفوظ مقام کو حصن کہا جاتا ہے۔ اس میں عفت و عصمت کی حفاظت کے معنی بھی ہیں۔ حضرت مریم کے بارے میں ارشاد ہے التی احصنت فرجھا۔التحریم: (جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی) اس کا استعمال نکاح کے لیے بھی ہوتا ہے، اس لیے کہ نکاح عزت کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ احصن کے معنی ہیں اس نے نکاح کر لیا۔ اب وہ محصن کہلائے گا۔ شادی شدہ عورت کو محصنہ کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:و المحصنات من النساء۔النساء۲۴ (اور شادی شدہ عورتیں، جب تک وہ کسی کے نکاح میں ہیں حرام ہیں)۔[۳۹]

فقہ حنفی میں 'احصان' کے لیے سات شرطیں بیان ہوئی ہیں۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ سات شرطیں پوری ہوں تو آدمی محصن ہوتا ہے، وہ یہ ہیں۔

۱۔ عقل

---

[۳۷] ابو داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فی من ارتد۔ اس مضمون کی روایات حضرت عثمانؓ اور بعض دوسرے اصحاب سے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں مروی ہیں۔

[۳۸] علامہ ابن ہمام حنفی کہتے ہیں کہ رجم کے مسئلہ میں صحابہ کرامؓ اور گزشتہ علماء امت کا اجماع ہے البتہ خوارج نے اس کا انکار کیا ہے۔ لیکن یہ باطل ہے اس لئے کہ اجماع قطعی ہے۔ رسول کریم ﷺ سے حد رجم تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ البتہ تفصیلات اخبار آحاد سے معلوم ہوتی ہیں۔ ہدایہ مع فتح القدیر: ۵/ ۲۱۰۔ دار لکتب العلمیہ، لبنان ۱۹۹۵ء۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اور مختلف علاقوں کے ائمہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ شادی شدہ شخص عملاً جانتے بوجھتے اور اپنے اختیار سے زنا کا ارتکاب کرے تو اس پر حد رجم نافذ ہو گی۔ خوارج اور بعض معتزلہ نے اس سے اختلاف کیا ہے اس کی دلیل ان کے نزدیک یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ فتح الباری: ۱۴/ ۲۷، طبع بیروت ۱۹۹۵ء، مزید کسی قدر تفصیل کیلئے دیکھئے: المغنی لابن قدامہ: ۱۲/ ۳۰۹-۳۱۰

[۳۹] فیروز آبادی، القاموس المحیط، نیز المعجم الوسیط مادہ حصن

۲۔ بلوغ

عقل اور بلوغ کے بغیر آدمی مکلف ہی نہیں ہوتا۔ پاگل یا نابالغ بچہ سے زنا کا ارتکاب ہو جائے تو اس پر حد شرعی نافذ نہ ہو گی۔ عقل انسان کو زنا کے نتائج بد سے آگاہ کرتی اور اس سے اجتناب کی تعلیم دیتی ہے۔ بلوغ کی شرط اس لیے ہے کہ اس سے پہلے آدمی کی عمر کھیل کود کی ہوتی ہے اور بلوغ کے بعد ہی اس کے اندر پختگی آتی ہے۔ اس کے بعد کی جو شرائط ہیں وہ ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ ان نعمتوں کے پانے کے بعد زنا جیسے بدترین فعل کا ارتکاب کفران نعمت اور سخت جرم کا مستوجب ہے۔

۳۔ حریت آدمی کا آزاد ہونا غلام کے لیے رجم کی سزا نہیں ہے۔

۴۔ اسلام۔ غیر مسلم کو رجم کی سزا نہیں دی جائے گی۔

۵۔ نکاح صحیح۔ نکاح فاسد سے احصان حاصل نہیں ہوتا۔

۶۔ مرد کی طرح عورت کے اندر بھی یہ تمام شرائط پائی جائیں۔

۷۔ مرد اور عورت ان شرائط کے ساتھ مجامعت کریں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آزاد، بالغ اور عاقل مسلمان کسی باندی سے یا کم سن لڑکی یا فاترالعقل عورت سے یا کتابیہ سے نکاح کے بعد ہم بستری کر بھی لے تو وہ محصن نہیں ہو گا۔ اسی طرح کوئی آزاد، بالغہ، عاقلہ مسلمان عورت کسی غلام سے یا پاگل شخص سے یا نابالغ لڑکے سے نکاح کرلے اور اس سے ہم بستری بھی کرلے تو وہ محصنہ نہیں ہو گی۔ اس طرح کے مرد اور عورت سے زنا کا ارتکاب ہو تو انہیں رجم کی سزا نہیں دی جائے گی۔[۴۰]

رجم کے لیے جو شرائط بیان ہوئی ہیں ان کی تکمیل کے بعد حسب ذیل باتیں حاصل ہوتی ہیں۔

۱۔ انسان کے جنسی جذبہ کی بھرپور تسکین ہو جاتی ہے۔

۲۔ نفسیاتی طور پر عدم تسکین کا احساس نہیں ہوتا، جیسے نابالغہ، یا باندی یا کسی دوسرے مذہب کی عورت سے ہم بستری کے بعد ہو سکتا ہے یہی بات عورت کے سلسلے میں بھی کہی جاسکتی ہے۔

[۴۰] احناف کے نقطہ نظر کی تفصیل کیلئے دیکھئے۔ ہدایہ مع فتح القدیر: ۵/ ۲۲۴-۲۲۸ کاشانی، بدائع الصنائع: ۷/ ۵۵-۵۶

۳۔ یہ شرائط انسان کو زنا جیسے قبیح فعل کے ارتکاب سے باز رکھنے کا موثر ذریعہ ہیں۔ رجم جیسی سخت سزا سے پہلے ان سب شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔[۴۱]

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ایک مرتبہ احصان حاصل ہو تو وہ ہمیشہ حاصل رہے گا۔ اگر کسی نے مجامعت کے بعد بیوی کو طلاق دے دی، یا اس کا انتقال ہو گیا یا وہ مرتد ہو گئی اور اس نے تجرد کی زندگی گزارنی شروع کر دی تو بھی زنا کے ارتکاب پر اسے رجم کی سزا دی جائے گی۔[۴۲]

ان شرائط پر زیادہ تر فقہا کا اتفاق ہے۔[۴۳] بعض اختلافات بھی ہیں۔ ایک اہم اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ "احصان" کے لیے اسلام شرط ہے یا نہیں۔ فقہ حنفی میں، جیسا کہ عرض کیا گیا، اسلام شرط ہے۔ اس کے بغیر آدمی محصن نہیں ہوتا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور معصیت سے باز رکھنے کا موثر ذریعہ ہے۔ جو اسلام سے محروم ہے وہ اس ذریعہ سے محروم ہے، اس لیے زنا کے ارتکاب پر اسے رجم کی سزا نہیں دی جائے گی۔ اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے۔

من اشرک باللہ فلیس بمحصن[٤٤]	جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔

اس بنیاد پر ذمی اگر شادی شدہ بھی ہے تو فقہ حنفی کی رو سے اسے رجم کی نہیں بلکہ کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ علامہ کاشانی کہتے ہیں:

الذمی العا قل البا لغ الحر الثیب اذا زنا لا یر جم فی ظا ہر الروا یۃ بل یجلد[٤٥]	ذمی، جو عاقل، بالغ، آزاد اور شادی شدہ ہے، اگر زنا کرے تو فقہ حنفی کی ظاہر روایت (متون) کے مطابق اسے رجم نہیں کیا جائے گا، بلکہ کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

یہی بات علامہ ابن الہمام نے ان الفاظ میں کہی ہے۔

فلو زنی الذمی الثیب الحر یجلدعند نا و یرجم عند ھم[٤٦]	ذمی جو شادی شدہ ہے اور آزاد ہے زنا کرے تو ہمارے (فقہا

[۴۱] ہدایہ مع فتح القدیر:۵/۲۲۴-۲۲۸ کاشانی، بدائع الصنائع: ۷/۵۵-۵۶
[۴۲] ابن عابدین، ردالمختار علی الدر المختار: ۶/۲۴-۲۵
[۴۳]۔ ابن قدامہ، المغنی: ۱۲/۳۰۸-۳۱۷
[۴۴] یہ حدیث موقوف ہے۔ ملاحظہ ہو۔ زیلعی، نصب الرایہ مع ہدایہ:۳/۵۰۲-۵۰۳
[۴۵] کاسانی، البدائع الصنائع: ۷/۵۶

احناف کے) نزدیک اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور ان

(امام شافعی وغیرہ) کے نزدیک رجم کیا جائے گا۔

اس معاملہ میں امام مالک احناف کے ہم خیال ہیں۔ فقہا احناف میں امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ مسلمان کتابیہ سے نکاح کے بعد محصن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شادی شدہ ذمی زنا کا ارتکاب کرے تو وہ سزائے رجم کا مستحق ہو جائے گا۔ یہی امام شافعی کی رائے ہے۔[47]

امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے۔ ان حضرات کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی اور یہودیہ نے زنا کا ارتکاب کیا۔ ان کا مقدمہ رسول ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے یہود سے دریافت کیا کہ تو ریت میں زنا کی کیا سزا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم زانی اور زانیہ کے چہرے سیاہ کر کے سواری پر ایک دوسرے کی مخالف سمت بٹھا کر گشت کراتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا، توریت لاؤ اور اپنی صداقت کا اس سے ثبوت فراہم کرو۔ ایک جوان تو ریت پڑھنے لگا۔ پڑھتے ہوئے اس نے اس حصہ پر ہاتھ رکھ دیا جس میں سزائے رجم کا ذکر تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ موجود تھے، جو یہودیت ترک کر کے اسلام قبول کر چکے تھے۔ انہوں نے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ اس لڑکے سے کہیے کہ اپنا ہاتھ ہٹائے۔ جب اس نے ہاتھ ہٹایا تو وہاں آیت رجم موجود تھی، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان دونوں کو رجم کر دیا جائے۔ چنانچہ انہیں رجم کیا گیا۔[48]

امام نووی کہتے ہیں کہ "یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ غیر مسلم پر بھی حد زنا نافذ ہو گی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم کا نکاح صحیح ہے۔ اس لیے کہ اگر اس کا نکاح صحیح نہ ہوتا تو اسے رجم کی سزا نہ دی جاتی۔ امام مالک کہتے ہیں کہ غیر مسلم کو احصان نہیں حاصل ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس لیے رجم کیا کہ وہ اہل ذمہ نہیں تھے۔ لیکن یہ غلط تاویل ہے، اس لیے کہ یہود سے عہد و پیمان تھا۔ اس کے علاوہ آپ نے عورت کو بھی رجم کیا، حالاں کہ عورت کا قتل کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔[49]

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ:

---

[46] ابن الہمام، فتح القدیر: ۵/ ۲۲۶

[47] کاسانی، بدائع الصنائع: ۷/ ۵۶

[48] بخاری، کتاب الحدود، باب احکام اہل الذمۃ۔ مسلم، کتاب الیہود، باب رجم الیہود، اہل الذمۃ، فی الزنیٰ

[49] نووی، شرح مسلم،۔ دارالکتب العلمیہ، لبنان ۱۹۹۵ء، ج۶، جزء ۱۱، ص ۱۷۴-۱۷۳

" رجم کے لیے اسلام شرط نہیں ہے، یہی امام شافعی اور امام زہری کا مسلک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذمی بھی محصن ہو سکتے ہیں، مسلمان اگر ذمہ (کتابیہ) سے نکاح کرلے تو دونوں محصن قرار پائیں گے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی زانی اور زانیہ کو توریت کے قانون کے تحت رجم کی سزا دی تھی۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کی طرح رجوع کیا۔ جب یہ بات آپ کے علم میں آگئی کہ توریت کا یہی حکم ہے تو آپ نے اس کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ اللہ کا حکم ہے:

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ[50]		تم فیصلہ کرو اس قانون کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ اور اس حق کو چھوڑ کر جو تمہارے پاس آیا ہے ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کو ایک طریقہ دیا ہے اور ایک راستہ دکھایا ہے۔ (اب تم اپنے طریقہ پر عمل کرو)

رسول اللہ ﷺ کے لیے جائز نہیں تھا کہ آپ اپنی شریعت کو چھوڑ کر یہود کی شریعت پر عمل کریں۔ اگر آپ کے لیے اس کا جواز تھا تو دوسروں کے لیے بھی اس کا جواز فیصلہ فرمارہے ہیں وہ توریت کے مطابق ہے اور وہ اسی کو چھوڑ بیٹھے ہیں، اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ احصان کے لیے اسلام شرط نہیں ہے۔ شادی شدہ غیر مسلم بھی محصن ہے اسی لیے آپ نے انہیں سزا دی تھی۔ اس کے خلاف جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے۔"[51]

قاضی شوکانی نے یہودیوں کے رجم سے متعلق روایات اور اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلافات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اسی ذیل میں وہ لکھتے ہیں:

واحادیث الباب تدل علی انہ یحد الذمی کما یحد المسلم، والحربی و المستامن یلحقان بالذمی بجامع الکفر۔[52]	اس باب میں جو احادیث نقل ہوئی ہیں وہ اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ذمی پر بھی مسلمان ہی کی طرح حد رجم نافذ ہوگی۔ حربی اور مستامن بھی ذمی کے حکم میں شامل ہوں گے، اس لیے کہ کفر ان کے درمیان مشترک ہے۔

---

[50] المائدہ ۵/ ۴۹

[51] المغنی لابن قدامہ: ۱۲/ ۳۱۷تا۳۱۹

[52] شوکانی، نیل الاوطار: ۷/ ۱۰۴، اور ۱۰۵، مطبعۃ مصطفیٰ البابی، قاہرہ ۱۹۷۱ء

ان تفصیلات پر غور کرنے سے ایک الجھن سامنے آتی ہے۔ وہ یہ کہ فقہاء کرام نے ایک طرف تو یہ کہا ہے کہ حدود کا نفاذ مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں پر بھی ہو گا۔ دوسری طرف عملاً یہ حدود سوائے حد سرقہ کے غیر مسلموں کے لیے ختم ہو جا تے ہیں۔ یا ان پر ناقص شکل میں ان کا نفاذ ہوتا ہے۔ حد خمر ان پر اس لیے جاری نہیں ہو گی کہ وہ شراب کو حلال سمجھتے ہیں۔ اس کا نفاذ ان کے پرسنل لاء میں مداخلت ہو گا۔ حد قذف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ غیر مسلم مسلمان پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد نافذ ہو گی اور یہی تہمت مسلمان غیر مسلم پر لگائے تو اس پر حد نافذ نہیں ہو گی۔ اس فرق کے لیے کوئی معقول وجہ جواز نہیں ہے۔ اسلامی ریاست کا مقصد عزت و آبرو کی حفاظت ہے۔ اس فرق سے یہ مقصد مجروح ہوتا ہے احناف کے نزدیک غیر مسلم پر حد رجم نافذ نہیں ہو گی۔ حالانکہ زنا کی قباحت اور شفاعت سب کے نزدیک تسلیم شدہ ہے یہ بات صحیح ہے کہ اسلام زنا سے بچنے کا ایک موثر ذریعہ ہے جو غیر مسلم کو حاصل نہیں ہے۔ لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ زنا پر رجم کی سخت سزا اس لیے رکھ گئی ہے کہ کوئی شخص جو شادی شدہ ہے اور جنسی تسکین کا جائز ذریعہ رکھتا ہے اس کے ارتکاب کی ہمت نہ کرے اور یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اس کے بعد اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ غیر مسلم کو اس سے مستثنیٰ رکھنے کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ اسے نسبتاً ہلکا جرم تصور کرے۔

ایک بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ اسلام نے حدود کے معاملے میں آزاد اور غلام کے درمیان فرق کیا ہے۔ زنا کا ارتکاب غلام سے ہو تو اسے آزاد شخص کی سزا سے نصف سزا دی جائے گی۔ باندیوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ	جب باندیاں قید نکاح میں آجائیں پھر وہ بے حیائی کا کام (زنا) کریں تو ان پر اس سے آدھی سزا ہے جو آزاد شادی شدہ عورتوں کے لیے ہے۔

اس سے علماء امت نے یہ استدلال کیا ہے کہ غلاموں کا بھی یہی حکم ہے چاہے کنوارے ہو یا شادی شدہ[۵۳]

اسی طرح فقہاء کا اتفاق ہے کہ حد قذف غلام پر نافذ ہو گی۔[۵۴]

اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ذمی اور مسلمان کے درمیان حدود کے معاملے میں فرق کیا جائے تو غلط نہ ہو گا، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ غلام با اختیار اور اپنی مرضی کا مالک نہیں ہوتا لیکن اسلامی ریاست میں ذمی کی حیثیت غلام کی نہیں ہوتی، وہ آزاد اور اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے۔

---

[۵۳] المغنی، ۱۲/ ۳۳۱۔۳۳۲

[۵۴] المغنی، ۱۲/ ۳۸۷۔۳۸۸

قرآن و حدیث میں اس کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے کہ حدود کے معاملے میں ذمی اور مسلمان کے درمیان فرق ہے۔ اس سلسلے میں دو صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔

ایک یہ کہ حدود کو اسلامی ریاست میں عام تعزیری قوانین (Criminal Law) کی حیثیت حاصل ہو اور مسلمانوں اور ذمیوں دونوں پر ان کا نفاذ ہو، اس سے پیش نظر مقاصد بہتر طریقہ سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ دوسری صورت یہ کہ ان حدود سے ذمیوں کو مستثنیٰ رکھا جائے اور وہ خود اپنے قوانین کے تحت ان سے متعلق جرائم کی سزا نافذ کریں۔ ریاست اس بات کی نگرانی کرے کہ ان جرائم پر ان کے قوانین کے مطابق عمل ہو رہا ہے۔ اگر ذمی اپنے لیے بھی اسلامی حدود کو اختیار کریں تو ریاست انھیں پوری طرح ان پر نافذ کرے گی، کسی معاملہ میں ان کے لیے استثنا نہ ہو گا۔ بہر حال یہ کافی غور طلب مسئلہ ہے۔ اس پر مزید غور کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

غیر مسلم مذہب قرار دیے جانے والے مذہب کے افراد کے سرکاری منصب کا عصری مسئلہ

اس کی مثال پاکستان میں قادیانی اقلیت کے میاں عاطف کی ہے اس کے لئے ہم نے روزنامہ جسارت سے کالم نگار کی یہ عبارت اس تحقیق میں شامل کی ہے۔

کالم نگار لکھتا ہے۔

"آج سے سو برس پہلے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جو دعویٰ پیش کیا تھا اور نئی وحی کے حوالے سے اپنی جو تعلیمات پیش کی تھیں وہ اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت اور اس کی تیرہ سو سالہ تعبیر سے یکسر مختلف تھا اس لیے امت مسلمہ کے تمام علمی اور دینی حلقوں اور عام مسلمانوں نے اسے انتہائی سختی اور کراہت کے ساتھ مسترد کر دیا تھا اور قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر ان سے مکمل لاتعلقی کا اعلان کر دیا تھا۔ دوسری طرف قادیانیوں نے بھی ایسا ہی کیا انہوں نے مرزا قادیانی پر نازل ہونے والی مبینہ وحی پر ایمان نہ لانے والوں کو اپنا ہم مذہب ہی تسلیم نہیں کیا انہیں کنجریوں اور سور کی اولادیں اور نہ جانے کیا کیا کہا۔ "کُل مسلمانوں نے مجھے قبول کر لیا اور میری دعوت کی تصدیق کی مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولادوں نے مجھے نہیں مانا (آئینہ کمالات ص ۵۴۷ مرزا غلام احمد قادیانی)" اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اس کی جھوٹی نبوت پر ایمان نہیں لائے مرزا ان مسلمانوں کی ماؤں کو کنجریاں اور باپ کو بدکار قرار دے رہا ہے۔ ایک اور جگہ مرزا نے لکھا ہے "میرے مخالف جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں (نجم الہدیٰ: ص ۵۳ مرزا غلام احمد قادیانی)"

مطلب یہ کہ وہ مسلمان جو مرزا قادیانی کے مخالف ہیں جنگلوں کے سور ہیں اور ان کی عورتیں کتیائیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اور قادیانی دونوں اس نکتہ پر متفق ہو گئے کہ دونوں جماعتیں ایک مذہب کی پیروکار نہیں بلکہ دونوں کا مذہب الگ الگ ہے۔ دونوں میں کوئی نکتہ اتحاد ہے اور نہ قدر مشترک۔ یہ ایک واقعاتی حقیقت ہی نہیں مذاہب کے درمیان صدیوں سے جاری مسلمہ اصول بھی ہے جس کی بنیاد پر مذاہب ہمیشہ ایک دوسرے سے الگ شمار ہوتے ہیں۔ قادیانی ہزاروں برس سے کارفرما اس تسلیم شدہ اصول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بضد ہیں کہ انہیں مسلمان کہا اور تسلیم کیا جائے۔ یہ خلاف ورزی ہی مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان تنازع اور کشیدگی کی اصل وجہ ہے"۔

"یہودی سیدنا موسیٰؑ کی نبوت اور تورات پر ایمان رکھتے ہیں۔ عیسائی بھی سیدنا موسیٰؑ کی نبوت اور تورات پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ سیدنا عیسیٰؑ کی نبوت اور انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ سیدنا موسیٰؑ کی نبوت اور تورات پر ایمان رکھنے کے باوجود عیسائی، یہودی نہیں کہلاتے۔ دونوں الگ الگ مذہب کے پیروکار کہلاتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان سیدنا موسیٰؑ اور سیدنا عیسیٰؑ پر ایمان رکھنے کے علاوہ دیگر تمام انبیا پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ تمام سابقہ کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ ان سب کو تسلیم کرنے کے ساتھ ہی مسلمان رسالت مآب محمدؐ کی نبوت اور قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ یہودی کہلاتے ہیں نہ عیسائی بلکہ ان دونوں مذاہب سے الگ ایک نئے مذہب کے ماننے والے کہلاتے اور تسلیم کیے جاتے ہیں۔ قادیانیوں کے باب میں مسلمانوں کا موقف مذاہب عالم کے اسی تاریخی تسلسل کا حصہ ہے چوں کہ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی اور ان پر نازل ہونے والی مبینہ وحی پر ایمان رکھتے ہیں اس لیے وہ عالی مرتبت سیدنا محمدؐ اور قرآن پر ایمان کے دعوے کے باوجود امت مسلمہ کا حصہ نہیں ہیں۔ بلکہ ایک نئے مذہب کے ماننے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں کو نہ امت مسلمہ کا حصہ تسلیم کیا جاسکتا ہے اور نہ انہیں خود کو مسلمان کہنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔"[۵۵]

اس تناظر میں وہ مزید لکھتا ہے کہ؛

"عاطف میاں قادیانی کے نکالے جانے کے بعد سیکولر حلقوں کی جانب سے کہا جارہا ہے کہ پاکستان میں ریاست میرٹ اور صلاحیت کے بجائے مذاہب کی بنیاد پر چلائی جارہی ہے۔ پاکستان کے قابل ترین افراد کو مذہبی تعصب پر

---

[۵۵] باباالف. ۲۰۱۸. "عاطف میاں قادیانی کا مسئلہ - Jasarat News Urdu." Jasarat News Urdu. September 11, 2018. https://www.jasarat.com/2018/09/12/180912-04-6/.

قربان کیا جارہا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم دیگر قوموں اور مذاہب کے ماننے والوں سے سائنسی ایجادات مثلاً کمپیوٹر، گھڑیاں، برقی آلات، ایل ای ڈی، موبائل، کیمیکل سائنسز، اناٹومی، آرکیٹکچر اور دوسرے سائنسی علوم اور اشیا تو لے سکتے ہیں کیوں کہ ان کا عقیدے یا آئیڈیالوجی سے تعلق نہیں ہے لیکن ان کے مذہبی شعائر مثلاً صلیب کا نشان یا ان کی عبادت گاہوں میں لگی مقدس تصاویر نہیں لے سکتے کیوں کہ ان کے پس منظر میں ان کا عقیدہ یا آئیڈیالوجی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ہم ان سے قوانین، معیشت کے اصول، پولیٹیکل تھیوری، سائیکولوجی، سوشیا لوجی اور دیگر سوشل علوم جو ان کے مذہب اور تہذیب سے جڑے ہیں نہیں لے سکتے۔ ان ابواب میں ہم کسی مغربی یا غیر مسلم ایکسپرٹ کی رائے قبول نہیں کرسکتے خواہ وہ قابلیت کے کسی بھی درجے پر فائز ہو۔"[56]

خلاصہ کلام میں کالم نگار لکھتا ہے کہ

"جہاں تک عاطف میاں کی بات ہے اس سے پہلے ایک قادیانی مرزا مظفر احمد (ایم ایم احمد) بھی قادیانی کمیونٹی سے تھا۔ پاکستانی معیشت آج تک اس کے لگائے ہوئے زخم چاٹ رہی ہے۔ پاکستانی معیشت وہی ماہر معیشت حل کرسکتا ہے جو ہمارے دین، تہذیب اور سماج سے اچھی طرح واقف ہو۔"[57]

خلاصہ بحث

اس بحث سے معلوم ہوا کہ جو ہمارے مذہب کے مطابق ہمارے مسائل کو نہیں مانتا یا ان کو حل نہیں کرنا چاہتا تو پھر ۲۰ کروڑ کی اسلامی آبادی میں کوئی اور ایسا قابل آدمی نہیں جس سے ہم اپنے معاشی مسائل کو حل کرا سکیں یا اگر قحط الرجال ہے تو پھر اس قادیانی فرد سے مدد لی جاسکتی ہے۔

ناموس رسالت ﷺ میں غیر مسلم افراد کے توہین آمیز کلمات کا عصری مسئلہ

[56] بابا الف ۲۰۱۸(

[57] بابا الف ۲۰۱۸(

اس کی مثال آسیہ بی بی کی ہے جو کہ ایک مسیحی مذہب سے ہیں۔ جن پر جون ۲۰۰۹ء میں ان کے ساتھ کھیتوں میں کام کرنے والی عورتوں نے الزام لگایا تھا کہ انہوں نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات ادا کیے ہیں۔[۵۸] ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۸ء کو عدم ثبوت کی وجہ سے سپریم کورٹ آف پاکستان نے آسیہ بی بی کو رہا کر دیا۔[۵۹] اُس وقت کے رومن کیتھولک عیسائیوں کے مذہبی پیشوا پوپ بینیڈکٹ نے حکومتِ پاکستان پر زور دیا تھا کہ وہ آسیہ بی بی کو رہا کرے، جبکہ موجودہ پوپ فرانسس نے آسیہ بی بی کے گھر والوں سے ملاقات کی تھی۔[۶۰] ۲۴ فروری ۲۰۱۸ کو آسیہ بی بی کو سزائے موت دینے کے فیصلے کے خلاف اٹلی کے شہر روم میں سینکڑوں افراد کولوسیئم تھیئٹر کے سامنے جمع ہوئے۔ اس دوران اس قدیم عمارت کو سرخ رنگ میں رنگ دیا گیا تھا۔[۶۱] ایمنسٹی انٹرنیشنل کے ڈپٹی ایشیا پیسیفک ڈائریکٹر ڈیوڈ گرفتھس نے ایک بیان میں کہا کہ 'یہ سنگین ناانصافی ہے۔ آسیہ بی بی پر شروع میں فردِ جرم ہی عائد نہیں کرنی چاہیے تھی، سزائے موت دینا تو دور کی بات ہے۔"[۶۲]

یعنی ہمارے مخالف چاہ رہے ہیں کہ ان پر فرد جرم عائد ہی نہ کی جائے۔ سبحان اللہ اور یہاں ہمارے ہاں دوسرے مذاہب کے نرم گوشے تلاش کرنے کے لیے جامعات کی سطح پر اور درسی کتب میں نا جانے کیا کیا جتن کیے جا رہے ہیں اور سوشل میڈیا اس کام میں کسی سے پیچھے نہیں اور دوسری طرف الکفر ملت واحدہ نے کشمیر اور ہندوستان میں جو ظلم اٹھا رکھے ہیں وہ ہم سے چھپے نہیں ہیں۔

---

[۵۸] ذیشان علی، ظفر سید اور رضا ہمدانی. ۲۰۱۸. "آسیہ بی بی کون ہیں اور ان کے خلاف مقدمہ کیسے ہوا؟" BBC News. اردو BBC News. October 31, 2018. https://www.bbc.com/urdu/pakistan-46028743.

([۵۹] ذیشان علی، ظفر سید اور رضا ہمدانی ۲۰۱۸)

([۶۰] ذیشان علی، ظفر سید اور رضا ہمدانی ۲۰۱۸)

([۶۱] ذیشان علی، ظفر سید اور رضا ہمدانی ۲۰۱۸)

([۶۲] ذیشان علی، ظفر سید اور رضا ہمدانی ۲۰۱۸)